UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226411
UNIVERSAL
LIBRARY

قال تعالیٰ

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی

الروح فی القرآن

اثر خامہ

علامہ شبّیر احمد عثمانی دیوبندی

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت)

(طبع دوم ۱۳۵۴ھ)

(بسلسلہ مطبوعات "مجلس علمی")

در مدینہ برقی پریس بجنور باہتمام محمد مجید حسن پرنٹر طبع شد

خوارق عادات (اردو)

اثر خامہ علامۂ زماں محقق دوراں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدظلہ

استاذ اعلیٰ حدیث وتفسیر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

مولانائے موصوف کی بےمثل ذکاوت وتبحر علمی بے مثل تقریر و تحریر بے نظیر وسعت نظر سے اس زمانہ میں شاید ہی کوئی شخص ناواقف ہوگا آپ نے اپنے مخصوص دلنشین انداز بیان میں معجزات وکرامات پر علمی پیرایہ میں اس خوبی سے بحث فرمائی ہے کہ خوارق عادات سے متعلق بیشمار شکوک وشبہات کا قلع قمع ہوگیا ہے اور اس کے مطالعہ کے بعد کسی منصف مزاج شخص کو ان کے متعلق انکار وتاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی انگریزی تعلیم یافتہ اور نئی روشنی کے مسلم نوجوانوں کو اس رسالہ سے غیر معمولی فوائد پہنچے ہیں۔

اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ اس کو اکثر منگواتے ہیں اس کتاب کا کم ازکم ایک ایک نسخہ ہر مسلمان کو منگوا کر مطالعہ کرنا چاہئے ضخامت تقریباً ۵۰ صفحات تقطیع ۲۲×۱۸/۸ کاغذ سفید طباعت دیدہ زیب قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ:- سید محمد احمد رضا بجنوری۔ ناظم مجلس علمی ڈابھیل ضلع سورت

الرُّوحُ فِی القُرآن

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وَیَسئَلُونَکَ عَنِ الرُّوحِ ؕ قُلِ الرُّوحُ مِن اَمرِ رَبِّی وَمَآ

اور یہ لوگ آپ سے روح کو پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے

اُوتِیتُم مِّنَ العِلمِ اِلَّا قَلِیلًا ۝ وَلَئِن شِئنَا لَنَذهَبَنَّ بِالَّذِیٓ

اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے

اَوحَینَآ اِلَیکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِہٖ عَلَینَا وَکِیلًا ۝ اِلَّا رَحمَۃً

سب سلب کریں پھر اس کے لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے مگر آپ کے رب

مِّن رَّبِّکَ ؕ اِنَّ فَضلَہٗ کَانَ عَلَیکَ کَبِیرًا ۝ قُل لَّئِنِ اجتَمَعَتِ

ہی کی رحمت ہے بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے آپ فرمادیجئے اگر تمام انسان

الاِنسُ وَالجِنُّ عَلٰٓی اَن یَّاتُوا بِمِثلِ ھٰذَا القُراٰنِ لَا یَاتُونَ بِمِثلِہٖ

اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لادیں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے

وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي

اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جائے اور ہم نے لوگوں کے لئے اس

هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝ وَ

قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے اور

قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ۝ أَوْ تَكُونَ

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہر گز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہماری لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کریں یا

لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۝ ا

خاص آپکے لئے کھجور اور انگوروں کا تھوڑا باغ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کریں

أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ

یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے

قَبِيلًا ۝ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ

لا کھڑا کر دیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں

وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ط

اور ہم تو آپ کے چڑھنے کو بھی کبھی باور نہ کریں جبتک کہ آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لائیں جسکو ہم بھی پڑھ لیں

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝

آپ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اسکے کہ آدمی ہوں پیغمبر ہوں اور کیا ہوں

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ (پ۱۵ع۱۰)

اور سوال کرتے ہیں تجھ سے روح کی نسبت

یعنی روحِ انسانی کیا چیز ہے، اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟

یہ سوال صحیحین کی روایت کے موافق یہودِ مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزمانے کو کیا تھا اور "سیر" کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں "قریش" نے "یہود" کے مشورہ سے یہ سوال کیا تھا۔ اِسی لئے آیت کے "مکی" اور "مدنی" ہونے میں اختلاف ہے۔ ممکن ہے کہ نزول مکرر ہوا ہو، واللہ اعلم، یہاں اس سوال کے درج کرنے سے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے اُدھر سے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل میں ازراہِ تعنت و عناد جھگڑتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس کی تھی کہ وحی قرآنی کی روح سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخۂ شفا سے فائدہ اُٹھاتے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (شوریٰ رکوع ۵)

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (نحل رکوع ۱)

مگر انہیں دوراز کار اور معاندانہ بحثوں سے فرصت کہاں؟

روح کیا ہے، جوہر ہے یا عرض؟ مادی ہے یا مجرد؟ بسیط ہے یا مرکب؟ اِس قسم کے غامض اور بے ضرورت مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات

موقوف ہے، نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائض تبلیغ میں داخل ہیں، بڑے بڑے حکماء اور فلاسفر آج تک خود "مادہ" کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے۔ رُوح جو بہرحال مادہ سے کہیں زیادہ لطیف و خفی ہے اس کی ماہیت و کنہ تک پہنچنے کی پھر کیا اُمید کی جا سکتی ہے مشرکین مکہ کی جہالات اور یہود مدینہ کی اسرائیلیات کا مطالعہ کرنیوالوں کو معلوم ہے کہ جو قوم موٹی موٹی باتوں اور نہایت واضح حقایق کو نہیں سمجھ سکتی وہ "روح" کے حقایق پر دسترس پانے کی کیا خاک استعداد و اہلیت رکھتی ہوگی ؎

تو کارِ زمین را نکو ساختی ۔ کہ با آسمان نیز پرداختی

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ

کہدے رُوح میرے رب کے حکم سے ہے

موضح القرآن میں ہے کہ حضرتؐ کے آزمانے کو یہود نے پوچھا سو اللہ تعالیٰ نے (کھول کر) نہ بتایا کیونکہ ان کو سمجھنے کا حوصلہ نہ تھا۔ آگے پیغمبروں نے بھی مخلوق سے ایسی باریک باتیں نہیں کہیں، اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی وہ جی اُٹھا، جب نکل گئی وہ مرگیا۔ اھ

الفاظِ قرآنی کی سطح کے نیچے عمیق حقایق مستور ہیں

حق تعالیٰ کا کلام اپنے اندر عجیب و غریب اعجاز رکھتا ہے، روح کے متعلق

یہاں جو کچھ فرمایا اس کا سطحی مضمون عوام اور قاصر الفہم یا کج رو معاندین کو اگرچہ کافی ہے لیکن اسی سطح کے نیچے، اِن ہی مختصر الفاظ کی تہ میں روح کے متعلق وہ بصیرت افروز حقایق مستور ہیں جو بڑے سے بڑے عالی دماغ، نکتہ رس فلسفی اور ایک عارفِ کامل کی راہِ طلب وتحقیق میں چراغِ ہدایت کا کام دیتی ہیں۔

"روح" کے متعلق عہدِ قدیم سے جو سلسلہ تحقیقات کا جاری ہے وہ آج تک ختم نہیں ہوا اور نہ شاید ہو سکے، "روح" کی اصلی کنہ وحقیقت تک پہنچنے کا دعویٰ تو بہت ہی مشکل ہے کیونکہ ابھی تک کتنی ہی محسوسات ہیں جن کی کنہ وحقیقت معلوم کرنے سے ہم عاجز رہے ہیں۔ تاہم میرے نزدیک آیاتِ قرآنیہ سے روح کے متعلق چند نظریات پر صاف روشنی پڑتی ہے۔

روح قرآن کے متعلق چند نظریات

(۱) انسان میں اس مادی جسم کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جسے "روح" کہتے ہیں۔ وہ "عالمِ امر" کی چیز ہے اور خدا کے حکم سے فائض ہوتی ہے۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (بنی اسرائیل)، خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ، (آل عمران)، ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ، فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (المومنون)

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (نحل)

(۲) روح کی صفاتِ علم وشعور وغیرہ بتدریج کمال کو پہونچتی ہیں اور ارواح

میں حصولِ کمال کے اعتبار سے بیحد تفاوت اور فرقِ مراتب ہے حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کی تربیت سے ایک روح ایسے بلند اور اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں دوسری ارواح کی قطعاً رسائی نہ ہو سکے جیسے روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہمارا اعتقاد ہے محققین کہتے ہیں کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ میں امر کی اضافت رب کی طرف اور رب کی یاءِ متکلم کی طرف جس سے مراد نبی کریم صلعم ہیں اسی طرف مشیر ہے کیونکہ امام راغبؒ کی تصریح کے موافق ربّ اُسی ہستی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو بتدریج حدِ کمال تک پہنچائے جہاں تک پہنچنے کی اُس میں استعداد پائی جاتی ہو۔ چنانچہ دیکھ لو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ و اکمل استعداد کے موافق اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسّی و معنوی ہر حیثیت سے کس قدر بلند مقام پر پہنچایا۔ آپ کو علوم و معارف سے بھری ہوئی وہ کتاب مرحمت فرمائی جس کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ الآیہ

اور حسّی طور پر آپ کو شبِ معراج میں سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اوپر لے گئے جہاں تک کسی نبی یا فرشتہ کو عروج میسر نہ ہوا تھا۔

(۳) مگر روح کے یہ کمالات ذاتی نہیں، وہابِ حقیقی کے عطا کئے ہوئے اور محدود ہیں، چنانچہ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا، سے معلوم ہوا کہ علم کسی اور کا دیا ہوا ہے۔ اور جو علم تم کو دیا گیا وہ سب، دینے والے کے علم کے سامنے نہایت قلیل اور محدود ہے قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ

قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا (کہف) ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ (لقمان) اسی طرح آگے مشرکین کے قول لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الخ کے جواب میں قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا، فرمانا اس کی دلیل ہے کہ علم کی طرح بشر کی قدرت بھی بہرحال محدود و مستعار ہے

(۴) روح انسانی خواہ علم وقدرت وغیرہ صفات میں کتنی ہی ترقی کرجائے حتی کہ اپنے تمام ہمجنسوں سے گوئے سبقت لیجائے پھر بھی اس کی صفات محدود رہتی ہیں۔ صفات باری کی طرح لامحدود نہیں ہوجاتیں اور یہی بڑی دلیل اس کی ہو کہ روح خدا سے علیحدہ کوئی قدیم وغیر مخلوق ہستی نہیں ہوسکتی ورنہ تحدید کہاں سے آتی۔

(۵) کتنی ہی بڑی کامل روح ہو حق تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جو وقت چاہو اس سی کمالات سلب کرلے گو اس کے فضل ورحمت سے کبھی ایسا کرنے کی نوبت نہ آئے۔ یدل علیہ قولہ تعالیٰ ولئن شئنا لنذہبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا، الا رحمۃ من ربک ان فضلہ کان علیک کبیرا۔ یہ چند اصول جو ہم نے بیان کئے اہل فہم کو نسق آیات میں ادنیٰ تامل کرنے سے معلوم ہوسکتے ہیں۔ صرف "عالم امر" کا لفظ ہے جس کی مناسب تشریح ضروری ہی اور جس کے سمجھنے سے امید ہے کہ روح کی معرفت حاصل کرنے میں بہت مدد ملیگی۔

لفظ امر کی تشریح اور امر و خلق کا فرق

لفظ امر قرآن میں بیسیوں جگہ وارد ہوا ہے اور اس کے معنی میں علماء نے کافی کلام کیا ہے۔ لیکن ہماری غرض سورۂ اعراف کی آیت اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جہاں "امر" کو "خلق" کے مقابل رکھا ہے جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خدا کے یہاں دو مد بالکل علٰحدہ علٰحدہ ہیں ایک "امر" دوسرا "خلق"

دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو ہم سیاقِ آیات سے بسہولت سمجھ سکتے ہیں پہلے فرمایا اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ یہ تو "خلق" ہوا اور میان میں "استواء علی العرش" کا ذکر کر کے جو شانِ حکمرانی کو ظاہر کرتا ہے، فرمایا یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ یعنی ان مخلوقات کو اک معین نظام پر چلاتے رہنا جسے تدبیر و تصریف کہہ سکتے ہیں یہ "امر" ہوا۔ اسی طرح سورۂ طلاق میں ارشاد ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ

گویا دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی سمجھو جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں۔ کوئی کپڑا بن رہی ہے۔ کوئی آٹا پیس رہی ہے کوئی کتابیں چھاپتی ہے، کوئی شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے کسی سے پنکھے چل رہے ہیں وغیر ذلک،

ہر ایک مشین میں بہت سے کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض و غایت کا لحاظ کرکے

ایک معین اندازے سے ڈہالے جاتے اور لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پرزے جوڑکر مشین کو فٹ کیا جاتا ہے۔ جب تمام مشینیں فٹ ہوکر کھڑی ہو جاتی ہیں تب الیکٹرک (بجلی) کے خزانہ سے ہر مشین کی طرف جُدا جُدا راستہ سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے آنِ واحد میں ساکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اُسکی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے حتی کہ جو قلیل و کثیر کہربا روشنی کے لیمپوں اور قمقموں میں پہنچتی ہے، وہاں پہنچکر اُن ہی قمقموں کی ہیئت اور رنگت اختیار کر لیتی ہے

"خلق" کیا ہے؟

اس مثال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مشین کا ڈہانچہ تیار کرنا، اُس کے پرزوں کا ٹھیک انداز پر رکھنا، پھر فٹ کرنا ایک سلسلہ کے کام ہیں، جس کی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لئے ایک دوسری چیز بجلی یا اسٹیم اس کے خزانہ سے لانیکی ضرورت ہے۔ اِسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے اوّل آسمان و زمین کی تمام مشینیں بنائیں جس کو "خلق" کہتے ہیں، ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا جس کو "تقدیر" کہا گیا ہے قَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۔ سب کل پرزوں کو جوڑکر مشین کو فٹ کیا جسے "تصویر" اور "تسویہ" کہتے ہیں خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ اور فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ یہ سب افعال خلق کی مد میں تھے۔

"امر" کیا ہے؟

اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہو، لگا دیا جائے مشین کو چالو کرنے کے لئے "امر الٰہی" کی بجلی چھوڑ دی گئی۔ شاید اس کا تعلق "اسم باری" سے ہے۔ اَلْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ وفی الحدیث فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ وفی سورۃ الحدید مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَأَهَا ای النفوس کما ہو مروی عن ابن عباس وقتادۃ والحسن۔ غرض اُدھر سے حکم ہوا "چل" فوراً چلنے لگی۔ اِسی "امرِ الٰہی" کو فرمایا اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (یٰس) دوسری جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ "امرِ کن" کو خلقِ جسد پر مرتب کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (آل عمران) بلکہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں "کُنْ فیکون" کا مضمون جتنے مواضع میں آیا، عموماً خلق و ابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے جس سے خیال گذرتا ہے کہ کلمۂ "کن" کا خطاب "خلق" کے بعد تدبیر و تصرف وغیرہ کے لئے ہوتا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

روح کا مبدء صفت کلام ہے

بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ "امر" کے معنی یہاں "حکم" کے ہیں اور وہ حکم یہی ہے جسے لفظِ "کُنْ" سے تعبیر کیا گیا۔ اور کن جنسِ کلام سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفتِ قدیمہ ہے۔

جس طرح ہم اس کی تمامی صفات (مثلاً حیات، سمع، بصر وغیرہ) کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں، کلام اللہ اور کلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھنا چاہیئے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ "روح" کے ساتھ اکثر جگہ قرآن میں "امر" کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي، وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا، يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ، يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔ اور پہلے گذر چکا کہ "امر" عبارت ہے کلمۂ "کن" سے یعنی وہ کلام انشائی جس سے مخلوقات کی تدبیر و تصریف اس طریقہ پر کی جائے جس پر غرض ایجاد و تکوین مرتب ہو۔ لہذا ثابت ہوا کہ روح کا مبدء حق تعالیٰ کی صفتِ قدیمہ کلام ہے جو صفتِ علم و حیات کے ماتحت ہے۔ شاید اسی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي میں اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ "کلام" اور "امر" کی نسبت متکلم و آمر سے صادر و مصدر کی ہوتی ہے مخلوق و خالق کی نہیں ہوتی۔ اسی لئے أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ میں "امر" کو "خلق" کے مقابل رکھا، ہاں یہ "امر کن" باری تعالیٰ شانہ سے صادر ہو کر ممکن ہے کہ جوہر مجرد کے لباس میں یا ایک "ملک اکبر" اور "روح اعظم" کی صورت میں ظہور پکڑے جس کا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جسے ہم کہربائیہ روحیہ کا خزانہ کہہ سکتے ہیں۔

گویا یہیں سے روح حیات کی لہریں دنیا کی ذوی الارواح پر تقسیم کیجاتی ہیں اور الأرواح جنود مجندة الخ کے بیشمار تاروں کا یہیں کنکشن ہوتا ہے۔ اب جو

کرنٹ چھوٹی بڑی مشینوں کی طرف چھوڑا جاتا ہے وہ ہر مشین سے اُس کی بناوٹ اور استعداد کے موافق کام لیتا اور اُس کی ساخت کے مناسب حرکت دیتا ہے بلکہ جن لیمپوں اور قمقموں میں یہ بجلی پہنچتی ہے اُن ہی کے مناسب رنگ و ہیئت اختیار کر لیتی ہے۔

رُوح کا مبدء صفتِ کلام ہے پھر وہ جوہر مجرد یا جسم لطیف کیوں کر بن گئی؟

رہی یہ بات کہ کُن "ہو جا" کا حکم جو قسم کلام سے ہے، جوہر مجرد یا جسم نورانی لطیف کی شکل کیوں کر اختیار کر سکتا ہے، اسے یوں سمجھ لو کہ تمام عقلاء اس پر متفق ہیں کہ ہم خواب میں جو اشکال و صور دیکھتے ہیں بعض اوقات وہ محض ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو دریا، پہاڑ، شیر، چیتے وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ خیالات جو اعراض ہیں اور دماغ کے ساتھ قائم ہیں وہ جواہر و اجسام کیوں کر بن گئے۔ اور کس طرح اُن میں اجسام کے لوازم و خواص پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ خواب دیکھنے والے سے بیدار ہونے کے بعد بھی یہ آثار و لوازم جدا نہیں ہوتے۔

خواب کی مثال سے مطلب کی تفہیم

فی الحقیقت خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو خواب کے ذریعے سے بڑی بھاری ہدایت کی ہے کہ جب ایک آدمی کی قوتِ مصوّرہ میں اُس نے اس قدر طاقت رکھی ہے کہ وہ

اپنی بساط کے موافق غیر مجسم خیالات کو جسمی سانچہ میں ڈھال لے اور اُن میں وہی خواص و آثار باذن اللہ پیدا کرے جو عالمِ بیداری میں اجسام سے وابستہ تھے، پھر تماشہ یہ ہے کہ وہ خیالات خواب دیکھنے والے کے دماغ سے ایک منٹ کو علٰحدہ بھی نہیں ہوئے اُن کا ذہنی وجود بدستور قائم ہے، تو کیا اس حقیر سے نمونہ کو دیکھ کر ہم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے قادر مطلق اور مصور برحق جل وعلا کا امر بے کیف "کُن" ، باوجود صفت قائمہ بذاتہ تعالیٰ ہونیکے کسی ایک یا متعدد صورتوں میں جلوہ گر ہوجائے۔ اِن صورتوں کو ہم ارواح یا فرشتے یا کسی اور نام سے پکاریں۔

روح حادث ہے اور اُسکا مبدأ (امرِ ربّ) قدیم ہے

وہ ارواح و ملائکہ وغیرہ سب حادث ہوں اور امرِ الٰہی بحالہ قائم رہے، اِمکان و حدوث کے احکام و آثار، ارواح وغیرہ تک محدود رہیں اور "امرِ الٰہی" اُن سے پاک و برتر ہو جیسے جو صورت خیالیہ بحالت خواب مثلاً آگ کی صورت میں نظر آتی ہے اُس صورت ناریہ میں احراق، سوزش، گرمی وغیرہ سب آثار ہم محسوس کرتے ہیں حالانکہ اسی آگ کا تصور سالہاسال بھی دماغوں میں رہے تو ہمیں ایک لحظہ کیلئے یہ آثار محسوس نہیں ہوتے

ظاہر اور مظہر کے احکام جُدا جُدا ہیں

پس کوئی شبہ نہیں کہ روح انسانی (خواہ جوہر مجرد ہو یا جسم لطیف نورانی) "امر ربی" کا مظہر ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ مظہر کے تمام احکام و آثار ظاہر پر جاری ہوں کما ہو الظاہر

واضح رہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا اور جو مثالیں پیش کیں اُن سے مقصود محض تسہیل وتقریب الی الفہم ہے ورنہ ایسی کوئی مثال دستیاب نہیں ہوسکتی جو ان حقائقِ غیبیہ پر پوری طرح منطبق ہوسکے

اے بروں از وہم وقیل وقال من ٭ خاک بر فرقِ من وتمثیل من

رُوح جوہر مجرد ہے یا جسمِ لطیف؟

رہا یہ مسئلہ کہ رُوح جوہر مجرد ہے جیسا کہ اکثر حکماء قدیم اور صوفیہ کا مذہب ہے یا جسمِ نورانی لطیف جیسا کہ جمہور اہل حدیث کی رائے ہے اس میں میرے نزدیک قول فیصل وہی ہے جو بقیۃ السلف بحر العلوم حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب اطال اللہ بقاءہ نے فرمایا کہ بالفاظِ عارف جامیؒ یہاں تین چیزیں ہیں

(۱) وہ جواہر جن میں مادہ اور کمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے "ابدانِ مادیہ"

(۲) وہ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کمیت ہی جنہیں صوفیہ "اجسام مثالیہ" کہتے ہیں

(۳) وہ جواہر جو مادہ اور کمیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیہ "ارواح" یا حکماء "جواہرِ مجردہ" کے نام سے پکارتے ہیں۔

پس جمہور اہل شرع جس کو "روح" کہتے ہیں وہ صوفیہ کے نزدیک "بدنِ مثالی" سے موسوم ہے جو بدنِ مادی میں حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے۔

روح کا بدن سے جدا ہونا موت کو مستلزم نہیں

یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہو جاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیف علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھتی ہے جس سے بدن پر حالت موت طاری ہونے نہیں پاتی۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے موافق جو بغوی نے اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا کی تفسیر میں نقل کیا ہے اسوقت روح خود علٰحدہ رہتی ہے مگر اسکی شعاع جسد میں پہنچکر بقاء حیات کا سبب بنتی ہے جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے۔ یا جیساکہ حال ہی میں فرانس کے محکمۂ پرواز نے ہوابازوں کے بغیر طیارے چلاکر خفیہ تجربے کئے ہیں اور تعجب انگیز نتائج رونما ہوئے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حال میں ایک خاص بم پھینکنے والا طیارہ بھیجا گیا تھا جس میں کوئی شخص سوار نہ تھا لیکن لاسلکی کے ذریعہ سے وہ منزل مقصود پہ پہنچایا گیا۔ اس طیارہ میں بم بھر کر وہاں گرائے گئے اور پھر وہ مرکز میں واپس لایا گیا۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ لاسلکی کے ذریعہ سے ہوائی جہاز نے خودبخود جو کام کیا وہ ایسا ہی مکمل ہے جیسا کہ کسی ہواباز کی مدد سے عمل میں آتا

آج کل یورپ میں جو سوسائٹیاں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں انھوں نے بعض ایسے مشاہدات بیان کئے ہیں جن میں روح جسم سے علٰحدہ تھی اور روح کی ٹانگ پر حملہ کرنے کا اثر جسم مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہوا۔

بہرحال اہل شرع جو روح ثابت کرتے ہیں صوفیہ کو اس کا انکار نہیں

بلکہ وہ اس کے اوپر ایک اور روح مجرد مانتے ہیں جس میں کوئی استحالہ نہیں بلکہ اس روح مجرد کی بھی اگر کوئی اور "روح" ہو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کے "امر ربی" کی وحدت پر منتہی ہو جائے تو انکار کی ضرورت نہیں۔

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے "منطق الطیر" میں کیا خوب فرمایا ہے

جملہ از خود دیدہ و خویش از ہمہ — ہم زجملہ بیش و ہم پیش از ہمہ
اے نہاں اندر نہاں اے جانِ جاں — جاں نہاں در جسم او در جاں نہاں

روح ہر چیز میں ہے اور ہر چیز کو ایک حیثیت سے زندہ یا مردہ کہہ سکتے ہیں

مذکورہ بالا تقریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر چیز میں "جو کُن" کی مخاطب ہوئی روحِ حیات پائی جائے۔ بیشک میں یہی سمجھتا ہوں کہ مخلوق کی ہر نوع کو اس کی استعداد کے موافق قوی یا ضعیف زندگی ملی ہے یعنی جس کام کے لئے وہ چیز پیدا کی گئی ڈھانچہ تیار کرکے اُس کو حکم دینا "کُن" (اس کام میں لگ جا) بس یہی اُس کی روح حیات ہے۔ جب تک اور جس حد تک یہ اپنی غرضِ ایجاد کو پورا کرے گی اُسی حد تک زندہ سمجھی جائے گی، اور جس قدر اُس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی اُسی قدر موت سے نزدیک یا مردہ کہلائے گی۔

یہ مضمون بہت طویل اور محتاجِ بسط و تفصیل ہے۔ ہم نے اہل علم و فہم کو اُن

اپنی بساط کے موافق کچھ اشارے کردیئے ہیں۔ شاید قرآن مجید پر نکتہ چینی کرنے والے اصحاب اتنا سمجھ لیں کہ روح کے متعلق بھی قرآن حکیم میں وہ رموز وحقائق بیان ہوئے ہیں جن کا عشر عشیر دوسری آسمانی کتاب میں بیان نہیں ہوا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو الملھم للصواب

کتبہ العبد الضعیف

شبیر احمد عثمانی دیوبندی عفا اللہ عنہ

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت

شعبان ۱۳۵۰ھ

۲۹۷۶/۸

سی - ب

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

ش-ر 296118

سید احمد بخشاں

الروح فی القرآن

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

۱- [illegible]

۲- [illegible]

۳- [illegible]

۴- [illegible]

۵- [illegible]

۶- [illegible]

۷- [illegible]